اس تنظیم کا جائزہ لے رہی ہے اور اگر اس کی سرگرمیاں ملکی مفادات کے خلاف پائی گئیں۔ تو مناسب اقدامات کئے جائیں گے۔ انہوں نے یہ تسلیم کیا کہ ملک میں فری میسن کے ۲۰ لاج ہیں۔ مگر اس بات سے لاعلمی ظاہر کی کہ یہ تحریک اسلام کے خلاف ایک یہودی تحریک ہے۔ اس کے بعد اخبارات میں اس تنظیم سے متعلق اسمبلی کے ان سوالات وجوابات کا غلغلہ اٹھا۔ مگر یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ حکومت نے کوئی قدم اٹھایا یا نہیں۔

اس وجہ سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے حالیہ اجلاس میں ۷ رجون کے غیر سرکاری کام کے دن فری میسن تنظیم پر پابندی سے متعلق اپنی قرارداد پیش کی۔ آپ ابھی اپنی قرارداد پر وضاحتی تقریر کر رہے تھے کہ مرکزی وزیر داخلہ نے اُٹھ کر اعلان کیا۔ کہ حکومت نے پچھلے سال چھ دسمبر کو اس تحریک پر پابندی لگانے اور تمام عمارتوں کو تعلیمی مقاصد کیلئے قبضہ میں لینے کے احکامات جاری کر دئیے ہیں۔ اس اعلان پر بڑی خوشی اور مسرت کا مظاہرہ ہوا۔ اور حضرت شیخ الحدیث نے وزیر داخلہ کی یقین دہانی اور غیر مبہم اعلان پر قرارداد واپس لے لی۔

ابھی اس پابندی پر پورے ملک اور پریس میں مسرتوں کا اظہار ہو رہا تھا۔ کہ کچھ سابقہ فری میسنوں کی طرف سے آتے ہوئے خطوط اور اخبارات کی خبروں سے یہ اندیشہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ کہ مرکزی وزیر داخلہ نے شاید تحریک پر پابندی کے سلسلہ میں غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ فری میسن کی خفیہ سرگرمیاں اور میٹنگیں بدستور جاری ہیں۔ عمارتیں ان کے قبضہ میں ہیں۔ اس تحریک کے صدر دفتر کا ایسی کسی پابندی سے لاعلمی ظاہر کر دینے کا ذکر بھی اخبارات میں آیا۔ اور خفیہ میٹنگوں کے دعوت ناموں کا فوٹو سٹیٹ عکس بھی اخبارات میں آیا۔ قرارداد کے محرک شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے ذاتی طور پر یہ مسئلہ مرکزی وزیر داخلہ کے سامنے رکھا۔ مگر انہوں نے کہا۔ کہ شاید احکامات ابھی صوبائی حکومتوں کو نہیں پہنچ سکے۔

روزنامہ نوائے وقت نے ۱۰ رجون کو اپنے اداریہ میں اس اعلان کو ایسی پارلیمانی غلط بیانی قرار دیا۔ جس سے بہت کم غلطی ثابت ہونے پر برطانیہ کے وزیر خوراک لارڈ نارتھ بروک نے محض اعداد وشمار کی غلطی پر اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ نوائے وقت نے لکھا کہ وزیر داخلہ کے غیر مبہم وضاحت کے بغیر اس بات سے پارلیمانی غلط بیانی کی ایک نئی روایت قائم ہو گئی۔

بہر حال شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے اصل صورتحال معلوم کرنے کیلئے ۴ر جولائی کو دوبارہ یہ مسئلہ تحریک استحقاق کی شکل میں اٹھایا۔ اور اس بات کو پورے ایوان کا استحقاق مجروح کرنے کے مترادف قرار دیا۔ کہ اخبارات میں حکومت کے اعلان کے برعکس حقائق سامنے آرہے ہیں۔ اس کے جواب میں مرکزی وزیر داخلہ نے بڑی شدت سے یہ وضاحت کی کہ ۲۶ر ستمبر کو کابینہ میں فری میسن پر پابندی کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ قانونی مشکلات

پر قابو پانے کے سلسلہ میں شائد بعض صوبوں میں اب تک اسکی تعمیل نہ ہوسکی۔ اور اب مکمل کاروائی کی جارہی ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ حکومت کی واضح یقین دہانی پر ایک حد تک ختم ہوا۔ مگر یہ سوالات اپنی جگہ قائم رہیں گے۔ کہ آٹھ ماہ قبل دیئے گئے مرکزی حکومت کے احکام کی تعمیل اب تک کیوں نہ ہوسکی۔ اور بعض صوبائی حکومتوں نے اس پر عمل درآمد کیوں نہ کیا۔ اسی طرح یہ سوالات بھی بدستور قائم ہیں۔ جسے بعد میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی طرف سے وقفہ سوالات میں اٹھانے کی کوشش بھی کی گئی۔ کہ کیا حکومت اب اس تنظیم کے ارکان پر کڑی نگاہ رکھے گی۔ جن میں سے بہت کچھ بدقسمتی سے اہم ترین ملکی شعبوں اور کلیدی مناصب تک پر فائز رہے۔

قرارداد ۲۔ عیسائی مشنری سرگرمیوں اور ارتداد پر پابندی — اس کے بعد دوسری قرارداد کا تعلق غیر مسلم اقلیتی فرقوں خصوصاً عیسائیوں کی مشنری سرگرمیوں کی طرف سے چلائے جانے والی تحریک ارتداد پر پابندی لگانے اور ایسی تمام سرگرمیوں کی ممانعت سے تھا۔ جن سے کسی مسلمان شہری کے مرتد ہونے کا احتمال ہو۔ اس طرح کی سرگرمیاں ملک و ملت کی سالمیت مسلمانوں کے ایمان اور مذہب کے لئے مستقل خطرہ بنی ہوتی ہیں۔ قادیانی اور عیسائی سرگرمیوں کے نتیجہ میں کتنے مسلمان کفر کی گود میں چلے جارہے ہیں۔ اس کا اندازہ ان کی رپورٹوں اور خبروں سے لگایا جاسکتا ہے۔ ملک بھر میں ان سرگرمیوں کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔ جو دن بدن حکومت اور مسلمانوں کی دینی اسلامی حیثیت اور ملی غیرت کے لئے ایک چیلنج بنتے جارہے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ قرارداد بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ اس سے قبل ستمبر ۱۹۷۲ء کے اجلاس میں بھی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے ایسی مشنری سرگرمیوں کے متعلق بعض اہم سوالات کا نوٹس دیا تھا۔ جسے سپیکر نے چیمبر ہی سے مسترد کردیا۔ اور جسکی تفصیل الحق میں آچکی ہے۔

۷ رجون کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اسمبلی میں محرک کے طور پر اپنی قرارداد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ——— "عیسائی اس ملک میں عیسائیت کا پرچار اور دوسری عیسائی حکومتوں کا آلہ کار بننے کی شکل میں بہت کچھ کر رہے ہیں۔ یہ ادارے یہاں کے باشندوں کی غربت اور مالی حالت کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر انہیں عیسائی بنا رہے ہیں۔ مشن سکولوں، کالجوں، ہسپتالوں کے ذریعہ یہاں عیسائی اڈے قائم ہیں۔

پاکستان میں ان کے کام کی جو رفتار ہے، اس کے بارے میں عالمی مشنری ادارے برملا اس فخر کا اظہار کرتے ہیں کہ پاکستان ہمارے لئے نہایت کارآمد میدان ثابت ہو رہا ہے۔ آپ نے آج سے دس سال قبل کے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۵۱ء میں مغربی پاکستان کی کل آبادی

تین کروڑ دس لاکھ سات سو ستاسی تھی۔ اور ۱۹۶۱ء میں یہ آبادی تین کروڑ چورانوے لاکھ چوالیس ہزار چار سو اڑتالیس ہوگئی۔ اس کے مقابل ۱۹۵۱ء میں مغربی پاکستان میں مسیحی آبادی چار لاکھ تینتیس ہزار سات سو چھ تھی۔ جو ۱۹۶۱ء میں پانچ لاکھ تراسی ہزار آٹھ سو چوراسی ہوگئی۔ یعنی مجموعی آبادی ۲۷ بڑھ گئی مگر مسیحی آبادی میں ۳۵ کا اضافہ ہوا۔ ان اعداد و شمار سے یہاں ارتداد پھیلنے کی تیز رفتاری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ سرحدی علاقے جو دشمن سے ملے ہوئے ہیں۔ ان سرگرمیوں کا خاص نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ جس سے لازماً سرحدات غیر محفوظ ہو کر دشمن کی سازشوں کی لپیٹ میں آ سکتے ہیں۔ اس لئے ان اداروں پر پابندی لگانا ملک کی سالمیت کا بھی تقاضا ہے۔ جبکہ ہندوستان پہلے سے اپنے ہاں اس کی ممانعت کر چکا ہے۔ اس لئے پاکستان میں مسیحی سرگرمیوں اور اس کے ساتھ ساتھ تمام غیر مسلم اقلیتوں کے ارتداد پھیلانے کی سرگرمیوں کی سختی سے ممانعت کی جائے۔

اس کے بعد قرارداد پر عام بحث شروع ہوگئی۔ میاں محمود علی قصوری نے کہا کہ مسئلہ آبادی کے تناسب کا ہے۔ گورنمنٹ ۱۹۷۳ء تک کے اعداد و شمار پیش کر سکے۔ تو بحث میں مدد ملے گی۔ وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب نے جواب میں کہا کہ اس وقت عیسائی آبادی ۱۵ لاکھ کے قریب ہے۔ مگر اس سوال کا تعلق ریزولیشن سے کیا ہے وہ تو مشنری پر بحث ہے۔ تو قصوری صاحب نے کہا کہ مولانا عبدالحق نے ۱۹۶۱ء تک کے اعداد و شمار پیش کئے ہیں۔ ہمیں موجودہ تناسب معلوم کرنا ہے۔ وزیر داخلہ صاحب نے کہا کہ بحث جاری رہی تو موجودہ اعداد و شمار مہیا کر دئے جائیں گے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ مولانا عبدالحق صاحب نے صرف عیسائی مشنری پر پابندی کا نہیں ارتداد پر پابندی لگانے کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے اس بحث میں یہ نقطہ نظر بھی سامنے رکھا جائے۔

اس مرحلہ پر مولانا غلام غوث ہزاروی نے اپنی صوابدید کی بناء پر قرارداد کی عبارت سے متعلق ایک بحث چھیڑ دی۔ غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مذہب اور احکام پر عمل کرنے کی آزادی کی جو ضمانت دستور اسلام میں دی گئی ہے کہ وہ ایک خاص دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے دین اور مذہب پر عمل پیرا رہ سکیں گے اس قرارداد میں ان شہری اور مذہبی آزادیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مشنریوں کی تحریک ارتداد پر پابندی کا مطالبہ تھا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی کا خیال تھا کہ اس طرح قرارداد کی عبارت کا اگلا اور پچھلا حصہ متضاد ہو گیا ہے۔ مذہبی آزادی سے تو مرتد ہونے کی اجازت ہو جاتی ہے۔ (حالانکہ یہ غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کا ذکر تھا۔ جو ایک کفر چھوڑ کر دوسرا کفر اختیار کر لینے سے مرتد نہیں کہلا سکتے۔) اس لئے قرارداد کا پہلا حصہ نکال دیا جائے۔ آپ نے دوسری ترمیم یہ پیش کی کہ گو قرارداد کی عبارت مرزائیت پر پابندی کو بھی شامل ہو سکتی ہے۔ مگر مرزائیت

بھی واضح طور پر قرارداد میں شامل کی جائے (مگر مولانا مدظلہ کو شاید اس تلخ حقیقت کا احساس نہ رہا کہ اس طرح کی صراحت کے بعد قرارداد ایوان کے سامنے لانے سے قبل ہی مسترد ہو چکی ہوتی) سپیکر نے ترمیم کے بارہ میں کہا کہ یہ تو طریقے سے آسکتی ہے، زبانی نہیں پیش ہو سکتی اور مرزائیت کی ترمیم سے آئینی تحفظات کی نفی ہو جائے گی۔

وفاقی وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا عبدالحق کا یہ ریزولیشن پاکستان کے آئینی تحفظات کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ ہم عبوری آئین کے دور سے گذر رہے ہیں جو ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء تک کسی بھی صورت میں ختم ہونا ہے۔ سینیٹ بننے کے بعد دو مقننہ پارلیمنٹ ہوں گی۔ گو میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ قرارداد قطعی طور پہ آئین کے خلاف ہے یا نہیں، مگر میری رائے میں اس سے بنیادی حقوق کے تحفظ کی کسی حد تک خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ ہم اس وقت عبوری دور سے مستقل دور میں جا رہے ہیں۔ کمیٹی میں بھی اس پر بحث کر سکتے ہیں۔ اگر مولانا کو اس پر اصرار ہے تو میں کہوں گا کہ عبوری آئین کے تحت ایوان اس قرارداد پہ رائے دینے کا مجاز نہیں اس لئے کہ اقلیت کو بھی اکثریت کی طرح تحفظ دیا گیا ہے۔ اس لئے میں مولانا سے اس وقت اس قرارداد کے واپس لینے کی گذارش کروں گا۔

مولانا عبدالحکیم صاحب نے قرارداد کے حق میں کہا کہ اسلام غیر مسلموں کو شہریت کے وہی حقوق دیتا ہے جو مسلمانوں کو دیتا ہے۔ قرارداد کا مقصد تو یہ ہے کہ یہ غیر ملکی لوگ ایک تنظیم بنا کر بیرونی امداد سے ایسے حربے اور طور طریقے اختیار کرتے ہیں کہ درپردہ پاکستان کی سلامتی کے خلاف کام ہوتا ہے۔ دشمن کی جاسوسی ہوتی ہے تو ایسی سرگرمیوں پہ پابندی مقصود ہے۔ اس ملک میں بہائی، قادیانی، ہندو، مسلم سکھ سب کو رہنے کا حق ہے۔ تعلیم ملازمت تجارت میں آبادی کے تناسب سے حقوق بھی ہیں۔ انہوں نے وزیر قانون کی اس رائے کی تائید کی کہ مستقل آئین کے نفاذ کے بعد دونوں ایوان جمع ہوں تو باہمی افہام و تفہیم سے بات ہو سکتی ہے۔ سپیکر نے کہا کہ اس پہ بحث سے نقصان ہو گا۔ مگر جواب میں کہا گیا کہ کیا روس اور چین وغیرہ میں ملک کے نظریات کے خلاف سرگرمیوں پہ پابندی نہیں لگائی گئی۔ آئین نے اقلیتوں کو اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کی اجازت دی۔ یہ تو باہر جا کر لوگوں کو ورغلاتے ہیں۔ اس لئے غیر ملکی مشنریوں پہ مسلمانوں میں تبلیغ کرنے کی پابندی ہو۔

سرکاری پارٹی کے غلام نبی چوہدری نے قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا کی اس قرارداد سے بین الاقوامی طور پر ہماری ساکھ کو نقصان پہنچے گا۔ کہ اکثریت اقلیت سے خائف ہے۔

مولانا کو چاہئے کہ ہاؤس میں ایسی قرارداد پیش کرنے کی بجائے باہر نکل کر مشنریوں کا مقابلہ کریں۔ اس طرح تو ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کا محاذ کھل جائے گا۔ ہندوستان میں اگر مشنریوں پر پابندی ہے تو ان کا آئین سیکولر ہے۔ (حالانکہ وہ یہ بھول گئے کہ سیکولر ہونے کا تقاضا تو یہ تھا کہ انہیں کھلی چھٹی دی جاتی۔) پھر کہا کہ مولانا نے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں اس سے ہماری نیک نامی ہوتی ہے کہ ہم اقلیتوں کو اتنا موقع دے رہے ہیں۔

جماعت اسلامی کے صاحبزادہ صفی اللہ نے قرارداد کے حق میں اپنی تقریر میں کہا کہ بعض لوگ مولانا کی قرارداد کی غلط تشریح کر رہے ہیں۔ قرارداد کا مقصد ارتداد کو روکنا ہے۔ قتل مرتد کتاب، اجماع سنت، اور خلافت راشدہ کے وقت سے طے شدہ مسئلہ ہے۔ وزیر قانون کی یہ تشریح بھی غلط ہے کہ اسلام میں ہر کسی کو جو دین چاہے اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ انہوں نے کہا کہ سعودی عرب وغیرہ میں مشنری اداروں اور ارتداد پر پابندی ہے بدنامی سے ڈرنا احساس کمتری ہے۔ آپ جا کر سوشلسٹ ممالک کا حال دیکھیں، پتہ چل جائے گا۔ اسلام بھی ایک ضابطۂ حیات ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ جو چاہے اس سے کٹ جائے۔ فوج میں آنے کی مجبوری نہیں، مگر واپسی کی اجازت نہیں ہوتی، تو قرارداد کی مختلف تاویلات نہ کی جائیں۔ اس کا واضح مطلب ارتداد پر پابندی عائد کرانا ہے۔

اس مرحلہ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے دوبارہ اٹھ کر خود تشریح کی اور فرمایا کہ ہمارے ہاں تمام اقلیتوں کو ان کے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی آئین نے بھی دی ہے۔ ہم اس پر کوئی قدغن نہیں لگانا چاہتے۔ میرا مقصد قرارداد پیش کرنے سے یہ ہے کہ پاکستان جو بہت سی قربانیوں اور لاکھوں مسلمانوں کے اجڑنے کے بعد اسلام کی خاطر بنا ہے، تو پاکستان بنتے وقت عیسائی تعداد ۸۰ ہزار تھی مگر آج وزیر قانون نے اعتراف کیا کہ اب ۱۵ لاکھ کی تعداد ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اتنی تعداد مشنریوں کی وجہ سے نہیں بڑھی؟ یہ لوگ باہر کی عیسائی مملکتوں کے فنڈز سے پاکستان کے شہریوں کے مذہب اور ملک کی حدود اور سالمیت کو خطرہ پیدا کر رہے ہیں۔ تبلیغ سے نہیں کہ دلائل عقلی اور حکمت سے کسی کا مذہب اور عقیدہ بدلا گیا ہو۔ بلکہ مالی امداد لالچ اور ترغیب دے کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ تو درحقیقت اغوا ہوتا ہے۔ اور ان مالی محرومیوں سے لوگ بعض مصالح دنیوی کی خاطر ان کے زمرہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔

۱۹۷۱ء کی لڑائی میں پاکستان کی سرحدات پر عیسائی مشنریوں نے خفیہ کام کیا پاکستان کو نقصان پہنچایا تو ملک کی حفاظت کی خاطر ان سرگرمیوں کو روکنا چاہئے۔ اس کے بعد مولانا مدظلہ نے ایک پاکستانی مسیحی مسٹر انھونی کا ایک حوالہ پڑھ کر سنایا کہ ـــــ "آج مغربی پاکستان میں عیسائیوں کے پورے پورے گاؤں معرض وجود میں آچکے ہیں۔ پاکستان نے عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کا خیر مقدم کیا ہے۔ ارباب اقتدار

نے ممنونیت کے ساتھ دست اعانت بڑھایا ہے۔ ان آبادیوں کی اکثریت کا دارومدار ایسے فنڈز (جو بیرونی ممالک سے درآمد ہوتے ہیں) اور ان کی مقدار کئی ملین ڈالر تک پہنچی ہے۔ ابھی مولانا نے یہ حوالہ پورا نہیں کیا تھا کہ عبدالحفیظ پیرزادہ نے اٹھ کر کہا کہ مولانا نام لیں جنگ میں کس نے جاسوسی کی، یہ آپ کیا لئے بیٹھے ہیں۔ آئینی پوزیشن کو بھی سمجھنا ہے اس طرح نقصان ہوگا ــــــ مولانا نے کہا کہ یہ صرف مذہبی معاملہ نہیں، سیاسی معاملہ بھی ہے۔ البتہ اگر وزیر قانون یقین دہانی کرائیں کہ دوسرے موقع پر اسے پیش کر دوں گا۔ تو اس وقت تک میں قرارداد کو واپس لیتا ہوں۔ البتہ قرارداد کا واپس لینا مقید اور مشروط ہوگا کہ اسے دوبارہ ایوان میں پیش کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔ پیرزادہ نے کہا کہ ہم کس طرح روک سکتے ہیں۔ آپ جس وقت چاہیں اسے ایوان میں لا سکتے ہیں، میں کیسے روکوں گا۔ مولانا نے اس پر قرارداد مستقل آئین کے نفاذ تک واپس لی۔ اخبارات میں مبہم واپس لینے کا ذکر آیا۔ تو دوسرے دن ایوان میں مولانا نے اسکی وضاحت ضروری سمجھتے ہوئے دو باتوں کی طرف سپیکر کو توجہ دلائی ــــــ ایک یہ کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی میری قرارداد یہ کہہ کر مجھے واپس کر دی گئی کہ یہ مفاد عامہ کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ عین مفاد عامہ کا تقاضا ہے۔ اور مرزائیوں کو الگ کر دینا خود قادیانیوں کے مسلک اور پالیسی کے مطابق بھی ہے۔

سپیکر نے کہا کہ اس بارہ میں آپ میرے چیمبر میں آکر مجھ سے گفتگو کریں، یہاں نہیں کر سکتے۔ دوسری وضاحت مولانا نے یہ کی میں نے جناب سپیکر اور وزیر قانون کے مشورہ اور یقین دہانی پر مشروط لیں کی قرارداد ملتوی کر دی ہے۔ واپس نہیں لی۔ کیا میں نعوذ باللہ ارتداد کی اجازت دے سکتا ہوں۔ سپیکر نے کہا ہاں یہ واپسی آئین کے نفاذ تک ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی مولانا کی تائید میں فرمایا کہ نئے آئین کے بعد قرارداد کو ایوان میں لانے کے بارہ میں وزیر قانون کی یقین دہانی ریکارڈ پر ہے۔ مشورہ قبول کرنے کا مطلب قرارداد کو بالکل واپس لینا نہیں۔

سودی نظام کے خاتمہ کی قرارداد

اس کے بعد مولانا عبدالحق مدظلہ نے سودی نظام کے متعلق وہ قرارداد پیش کی جس پر معرکۃ الآراء بحث ہوئی اور بالآخر سرکاری پارٹی نے اسے رائے شماری کے بعد اپنی اکثریت کے بل بوتے پر مسترد کر دیا۔ قرارداد میں ملک بھر میں سودی اقتصادی اور معاشی کاروباری نظام بشمول بنکنگ وغیرہ کو اسلامی اقتصادی نظام سے بدلنے کا کہا گیا تھا۔ نہ صرف آج کے غیر سرکاری دن بلکہ اگلے غیر سرکاری دن کو بھی اس پر بحث ہوتی رہی۔ وزیر خزانہ مبشر حسن جناب پیرزادہ جناب جے اے رحیم، شیخ رشید وزیر صحت، علی حسن منگی، غلام نبی چوہدری، جناب ممتاز احمد جناب راؤ حفیظ اللہ، جناب گردیزی وغیرہ نے قرارداد کے مندرجات سے ایک حد تک اتفاق کرتے ہوئے بھی قرارداد کی مخالفت میں تقریریں کیں اور خود محرک قرارداد مولانا عبدالحق کے